دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 5، جنوری 2012ء

ماہنامہ

فہمِ دین



اقوامِ عالم سے مسلم دوستی کی حدود

نظام سرمایہ داری

ہیپی نیو ائیر

دینی مدارس
اسلامی اقدار کے پاسبان

عالی شان محلات، بلند و بالا عمارتوں اور سرسبز باغات پر مشتمل شہر کو لشکر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ سنسان گلیوں میں محافظوں کی کوئی فوج یا جنگجوؤں کو کوئی دستہ تک نہیں تھا۔ یہ محلات وہ تھے جو کچھ دیر قبل صدیوں پر محیط بادشاہت کے زیر نگیں تھے، ان کی شان و شوکت کا مظہر تھے۔ علامت تھے اس سلطنت کے جو سپر پاور کہلاتی تھی، جس کا دائرۂ سلطنت مشرق و مغرب میں اتنی دور تک پھیلا ہوا تھا کہ کوہسار اور ریگزار محض سنگ میل کی طرح تھے۔ اسی شہر میں بادشاہ، شاہی خاندان، لاؤ لشکر، فوج، محافظ ہر چیز موجود تھی، یہاں دشمنوں کا خطرہ بھی نہیں تھا۔ اسی شہر کے مغرب میں دریائے دجلہ کی بپھری ہوئی موجیں ہر حملہ آور کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ سوائے چند دیو ہیکل پلوں کے جن کو عبور کرنے کی اجازت صرف اسے ملتی تھی جسے حکومت اجازت دے۔ ان کے اختیار میں تھا کہ جسے چاہیں آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں اور اسی اختیار نے انہیں موت سے غافل کر دیا تھا۔

چند دن پہلے مسلمانوں کے لشکر نے ایران کی سب سے بڑی فوجی طاقت کو قادسیہ کے مقام پر پچھاڑ کر رکھ دیا تھا اور اب وہ اس شہر کی طرف رخ کر رہے تھے جو پایہ تخت تھا ایران کی سلطنت کا۔ یہاں کے محافظوں نے دریا کے پل توڑ ڈالے تھے اور اندر مطمئن ہو بیٹھے تھے کہ مسلمان اس شہر تک پہنچ نہیں پائیں گے، دریا کی بپھری ہوئی موجیں حملہ آوروں سے نمٹ لیں گی۔

ابھی کچھ دیر پہلے اس شہر پر مسلمان فوج پہنچی تو اس کا سارا نقشہ بدلا ہوا تھا، دشمن تک پہنچنے کے تمام راستے بند اور دریا کی موجیں دھاڑتی ہوئی مغربی کنارے سے ٹکرا ٹکرا کر مسلمانوں کو شکست کا احساس دلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی قیادت اس نوجوان کے ہاتھ میں تھی، جس کے چہرے سے رعب اور ہیبت کے ساتھ فراست اور شرافت ٹپکتی تھی۔ اس کا سینہ ایمان کی حرارت سے معمور تھا۔ اس نوجوان نے ایک مرتبہ تو، رک کر بپھری ہوئی موجوں اور ہاتھ سے نکلی ہوئی فوج کو دیکھا۔ پھر اس کے ذہن میں اچانک ایک خیال کوندا۔ اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر دریا کے سینے پر سوار ہو گیا۔

اس کے بدلے ہوئے تیور کو دیکھ کر دریا کی طغیانی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی، سارا لشکر دریا کے سینے پر مونگ دلتا ہوا یوں دوسرے کنارے پر جا اترا کہ گھوڑوں کے سم بھی گیلے نہیں ہوئے تھے۔ کسریٰ کے وظیفہ خوروں نے جب یہ منظر دیکھا تو یہ کہتے ہوئے بھاگے: ''دیو آمدند! دیو آمدند! دیو آمدند!'' ''دیو آ گئے! دیو آ گئے!''

دیکھتے ہی دیکھتے شہر مدائن خالی ہو گیا اور اب مسلمان ان بلند و بالا عمارتوں اور محلات کے بیچوں بیچ کھڑے گردن اٹھا اٹھا کر ان کی بلندیوں کو حیرت کے ساتھ تک رہے تھے۔ تعجب کر رہے تھے ان کے بنانے والوں پر اور ان پر جو ان عارضی راحتوں میں یوں مگن ہو گئے تھے کہ انہیں آخرت کا خیال بھی نہ رہا۔

مسلمانوں کے اس لشکر کے امیر اور دریا کی سطح پر گھوڑا دوڑانے والے اس صحابی کا نام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت پر نبی اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

آپؓ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر کافر کا خون بہایا۔ مسلمان جب چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ آپؓ بھی چند لوگوں کے ساتھ کسی گھاٹی میں چھپ کر عبادت میں مصروف تھے۔ اتنے میں چند مشرک وہاں آ نکلے اور آپ پر آوازیں کسنے لگے۔ آپؓ کو غصہ آ گیا، آپؓ نے پتھر اٹھا کر مارا، جو ایک مشرک کے سر میں لگا اور اس کا سر پھٹ گیا۔

آپ ہی وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر پہلا تیر چلایا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ سریہ عبیدہ بن حارث میں آپ شریک تھے۔ اس میں لڑائی کی نوبت تو نہیں آئی، بلکہ صلح ہو گئی تھی، لیکن صلح سے پہلے ابھی معاملات طے نہیں ہوئے تھے کہ کسی بات پر آپ کو غصہ آیا تو آپؓ نے تیر چلا دیا، یہ پہلا تیر تھا، جو اسلام کی خاطر چلایا گیا۔

آپ کو نبی اکرم ﷺ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ ﷺ کے حکم پر جان دینے کو تیار بھی رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے بھائی عتبہ کے خون سے زیادہ کسی کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔ کیوں؟ اس لیے کہ غزوۂ احد میں ان کے بھائی نے نبی اکرم ﷺ پر ایک پتھر پھینکا تھا جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے تھے۔ اسی وقت سے آپؓ کے دل میں بھائی کی نفرت بیٹھ گئی۔

آپؓ خود بھی غزوۂ احد میں شریک تھے اور آپ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ آپؓ تیر پر تیر چلاتے حتیٰ کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپؓ نے اس دن ایک ہزار تیر چلائے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے آپ کو تیر دیتے اور فرماتے: اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ أَبِیْ وَ أُمِّی ''تیر چلاؤ اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔'' نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تین سال تک شعب ابی طالب میں مشقت بھی اٹھائی تھی۔

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ آپؓ نے جب اسلام قبول کیا تو آپؓ کی والدہ ناراض ہو گئیں۔ بولنا بھی چھوڑ دیا، کھانا پینا بھی اور کہا کہ جب تک تم اسلام نہیں چھوڑو گے، میں کچھ نہیں کھاؤں گی (بقیہ ص 28 پر)



جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھا، اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ (ارشاد نبوی ﷺ)

ساتویں قسط

دادی جان کی نصیحتیں

سید مزمل حسین

میری پیاری بیٹی! مجھے اندازہ ہے کہ تمہارے ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا ہوگا کہ میں نے ابھی تک بیویوں کو جن باتوں کی نصیحتیں کیں ہیں ان سب کا تعلق ایک جذباتی عورت سے ہے۔ اس قسم کی عورتیں بعض اوقات اپنے شوہروں سے بلاوجہ لڑ پڑتی ہیں اور گھر میں ہنگامہ کھڑا کردیتی ہیں۔

لیکن آج میں جس برائی کی طرف توجہ دلانے جارہی ہوں وہ نہ صرف یہ کہ جذباتی عورتیں کرتی ہیں بلکہ بسا اوقات اچھی خاصی سمجھدار خواتین سے بھی وہ غلطی سرزد ہوجاتی ہے اور اس طرح ان کا گھر برباد ہوجاتا ہے۔ وہ ایسی بات ہے جس سے اکثر تغافل برتا جاتا ہے لیکن اگر اس کا خیال رکھا جائے تو بہت خوشگوار نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

تمہیں پتا ہے کہ شوہر جب شام کو کام کاج سے فارغ ہوکر گھر آتا ہے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اس کے دل میں کس قسم کے جذبات ہوتے ہیں؟ وہ اپنی بیوی اور گھر والوں سے کیا توقعات رکھتا ہے؟

ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ شوہر جب گھر آتا ہے تو بیوی دن بھر کے قصے کہانیاں لے کر بیٹھ جاتی ہے۔ کبھی بال بچوں کی شکایتیں کرتی ہے، کبھی ساس نند کے گلے شکوے کرتی ہے، کبھی کام کی کثرت کا رونا روتی ہے اور کبھی اپنے نصیب کو کوسنے لگتی ہے۔ دوسری طرف شوہر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود تھکا ہارا آتا ہے۔ سوچتا ہے کہ گھر جا کر آرام کروں گا، دن بھر کی تھکاوٹ دور ہوجائے گی اور اگلے روز کے لیے پھر سے تازم دم ہوجاؤں گا۔ لیکن نہ تو اس کو کوئی چین سکون ملتا ہے اور نہ وہ گھر پر کوئی راحت محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ اپنے اوپر بیتنے والی کہانیاں سنانی شروع کردیتا ہے اور یہ جتاتا ہے کہ میں تم سے زیادہ کام کرتا ہوں اور تم سے زیادہ تھکتا ہوں اس طرح دونوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے پر الزام لگانے شروع کردیتے ہیں اور ایک دوسرے کو مجرم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے اگر عورت اپنے اعصاب کو قابو میں رکھے اور شوہر کا استقبال مسکراہٹ سے کرے اور حتی الامکان اپنا دن بھر کا غصہ اور تھکاوٹ چھپانے کی کوشش کرے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

میری بیٹی! تمہیں چاہئے، کہ تم اپنے شوہر کا استقبال بہت بشاشت کے ساتھ کرو، اس سے اس کے حال احوال پوچھو، محبت بھرے جملوں سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو، اسے دعائیں دو، تسلیاں دو اس کو اس بات کا احساس دلاؤ کہ تم اس کی احسان مند ہو اور اس کی تکلیفوں اور مشقتوں کو سمجھتی ہو اور اس کا خیال رکھنا چاہتی ہو۔ غرض جس قدر ہوسکے اور جس طرح ہوسکے اسے سکھ پہنچانے کی کوشش کرو۔ یاد رکھو کہ تمہاری ایک محبت بھری مسکان سے وہ کچھ ہوسکتا ہے جو کوئی زرِ کثیر خرچ کرکے بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ سچ ہے کہ پیار و محبت جیسے جذبات پیسوں کے بدلے تو نہیں خریدے جاسکتے ہیں ناں!۔ لہٰذا ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہیں شوہر کا روزانہ باقاعدہ استقبال کرنا ہے اور اس کے سامنے اپنی پریشانیاں اور مشکلات بیان کرنے سے مکمل پرہیز کرنا ہے۔

بہت سی عورتوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ ان کا شوہر رات کو دیر سے گھر آتا ہے وہ ان کی پرواہ نہیں کرتا نہ ان کا خیال رکھتا ہے۔ گھر آکر ان سے بات چیت ہی نہیں کرتا یا اگر کرتا بھی ہے تو بہت بے توجہی سے ان کی گفتگو سنتا ہے اور لاپرواہی سے ٹال دیتا ہے۔ اس قسم کی عورتیں یہ بھول جاتی ہیں کہ ان تمام باتوں کا سبب وہ خود ہی تو ہیں۔ شوہر تو گھر اس لیے آتا ہے کہ وہ دن بھر کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کرے، وہ گھر کو گوشۂ عافیت سمجھتا ہے مگر احمق بیوی اسے جہنم بنادیتی ہے۔

بقیہ: دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

چاہے میری جان چلی جائے۔ آپؓ نے کہا: اے ماں! میری ہزار جانیں ہوں تو میں ایک ایک کرکے تجھ پر قربان کرسکتا ہوں، لیکن اگر تو کہے کہ اسلام چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے، میں ایسا نہیں کرسکتا۔ ماں نے ایک دو دن بھوک ہڑتال کرنے کے بعد مجبور ہوکر کھانا کھالیا۔

آپؓ کا یہ قول اسلامی اخلاق کی بہترین مثال ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ والدین خواہ کافر ہوں یا مشرک، اولاد کو چاہیے کہ ان کی خدمت کریں، اچھے اخلاق سے پیش آئیں، ان کا خیال رکھیں، لیکن اگر وہ شرک کرنے کا حکم دیں یا شریعت کے ایسے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا کہیں، جس کی اجازت نہ دی جاسکتی ہو تو ان کی اطاعت نہ کریں۔

علامہ اقبالؒ نے شاید حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کارناموں سے متاثر ہوکر کہا تھا:

یہ غازی، یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ، چہ جائے کہ تو خود کوئی فضول بات کرے۔ (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ)